
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ
اہلِ پاکستان
ایک فیصلہ کن دوراہے پر
قاری عبدالہادی
ادارۂ حطّین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ پاکستان؛
ایک فیصلہ کن دوراہے پر

قاری عبد الهادی

ادارہ حطین

نامِ کتاب:	اہلِ پاکستان؛ ایک فیصلہ کن دوراہے پر
نامِ مؤلف:	قاری عبدالہادی
تعداد:	۱۰۰۰۰
تاریخِ اشاعت:	ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
ناشر:	ادارۂ حطین
قیمت:	

برائے آراء وتجاویز:

idara.hitteen@gmail.com

idara.hitteen@yahoo.com

اس سرزمین کے باسی آج ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔اس قوم کو اپنی زندگی کا ایک اہم یا شاید سب سے اہم فیصلہ درپیش ہے۔ دو میں سے کوئی ایک دعوت اسے قبول کرنی ہے، کسی ایک پکار پر لبیک کہنا ہے، کسی ایک راہ کو چننا ہے۔ فیصلہ درست رہا تو...... میرے رب کی قسم!......فلاح و کامیابی اس قوم کا مقدر ہوگی ۔عزت وشرف، عروج ورفعت، سطوت وشوکت، امن وسکون، خوشحالی وسعادت، سبھی اس کے قدم چومیں گی۔ اور اگر اس فیصلے میں غلطی ہوگئی تو پھر ناکامی و رسوائی، تباہی و بربادی، ذلت و پستی، بھوک و بدامنی اور شقاوت و بدبختی کا مسلط ہونا بھی پتھر پر لکیر ہے!

اہلِ ہواء کی دعوت!

آج اس خطے کے مسلمانوں کے سامنے دو متضاد دعوتیں پیش کی جارہی ہیں۔ایک طرف وہ سب دعوتیں ہیں جو باہم جزوی اختلافات رکھنے کے باوجود جوہری اعتبار سے ایک ہی دعوت شمار ہوتی ہیں۔ یہ اس ملک کے حکمران طبقے کی دعوت ہے...... جرنیلوں، وڈیروں، جاگیرداروں کی دعوت ہے...... پاکستان پر مسلط سیاسی خاندانوں کی دعوت ہے...... ذرائع ابلاغ پر غالب دشمنِ دین 'سرخوں' کی دعوت ہے...... زندقہ وارتداد پھیلانے والے قلم کاروں کی دعوت ہے......تشکیک کے بیج بونے والے تعلیمی اداروں کی دعوت ہے......کفریہ معاشرت پھیلانے والی این جی اوز کی دعوت ہے...... یہ یہاں کے قادیانی، آغاخانی اور رافضی فرقوں کی دعوت ہے...... یہ تلامذۂ علی گڑھ اور غلامانِ فرنگ کی دعوت ہے ...... پرستارانِ جمہوریت اور عاشقانِ تہذیبِ مغرب کی دعوت ہے ......ابناء الوقت اور عبادِ درہم و دینار کی دعوت ہے......سب ایمان فروشوں، ضمیر فروشوں کی دعوت ہے...... ہوائے نفس کے اسیروں اور عقلِ سقیم کے پجاریوں کی دعوت ہے۔ان کی دعوت کا خلاصہ قرآنِ عظیم الشان کچھ یوں بیان فرماتا ہے:

﴿......وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْمًا۝﴾ (النساء: ۲۷)

''اور خواہشات کے پیچھے چلنے والے لوگ تو چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے ہٹ کر بہت دور جا پڑو''۔

پس یہ دعوت ہمیں ہمارے دین سے ہٹانے پھسلانے اور ہمیں کافرو مرتد بنانے کی دعوت ہے۔اور اس اعتبار سے یہ محض پاکستان کے لادین طبقے کی دعوت ہی نہیں...... بلکہ درحقیقت یہ امریکہ کی عالمگیر

دعوت کا جزو ہے۔ یہ ایک صلیبی صہیونی دعوت ہے......کفری شرکی دعوت ہے......دجالی طاغوتی دعوت ہے۔ یہ دعوت 'شیطان' کی دعوت ہے اور اللہ جل جلالہ اس شیطانی دعوت کا ہدف ہم پر بخوبی واضح کر چکے ہیں:

﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ؈﴾ (فاطر: ٦)

''بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے اپنا دشمن جانو۔ وہ تو بس اپنے (پیروکاروں کے) گروہ کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں''۔

اس دعوت پر لبیک کہنے والوں کی نہ صرف آخرت برباد ہوتی ہے، بلکہ دنیا بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس شیطانی دعوت پر لبیک کہنے والوں پر دنیا بھی تنگ کر دیں گے اور بظاہر تمام اسبابِ راحت میسر ہونے کے باوجود بھی ان کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی ؈﴾ (طٰہٰ: ۱۲۴)

''اور جس نے بھی میری نصیحت سے منہ پھیرا تو یقیناً اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے''۔

پس ایک طرف تو یہ شیطانی دعوت ہے جس کا سرخیل عالمی سطح پر امریکا ہے اور مقامی سطح پر اسی دعوت کا جھنڈا اس سرزمین کے لادین طبقے، اور بالخصوص اس ملک کے اربابِ حکومت نے اٹھا رکھا ہے۔ یہ دعوت بظاہر تو دنیوی فلاح و ترقی کی طرف بلاتی ہے لیکن حقیقت میں یہ دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا رستہ ہے۔

اہلُ اللہ کی دعوت!

دوسری طرف ایک اور دعوت ہے......ایک پاکیزہ دعوت، ایک الہامی دعوت، ایک آسمانی دعوت، انبیاء و رسل کی دعوت، آدم و نوح علیہما السلام کی دعوت، ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعوت، موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت، نبی آخر الزمان ﷺ کی دعوت۔ ہر دور میں اللہ والوں نے یہی دعوت دی، علمائے کرام نے اسی کی تعلیم دی، داعیانِ دین نے اسی کی طرف بلایا، مجاہدین نے اسی کی خاطر جانیں لٹائیں، صالحین نے اسی راہ میں جان، مال، وقت کھپایا...... یہ دعوت میرے مالک کی دعوت ہے، الٰہی دعوت ہے، ربانی

دعوت ہے...... یہ ہماری ہی فلاح کی دعوت ہے...... ہمارے نفع و بھلائی کی دعوت ہے...... حقیقی کامیابی و سرخروئی کی دعوت ہے! اسی دعوت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ﴾ (یونس: ۲۵)

''اور اللہ تو سلامتی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف دعوت دیتا ہے''۔

پھر یہ دعوت محض آخرت میں کامیابی وسلامتی پانے کی دعوت ہی نہیں، بلکہ یہ دنیا میں بھی ہمارے نفع و بھلائی اور ہماری آسانی وسہولت کی راہ ہمیں دکھلاتی ہے:

﴿مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (المائدۃ: ٦)

''اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کردے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردے تاکہ تم شکرگزاری کرنے والے بن جاؤ''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

''اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا''۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا﴾ (النساء: ۲۸)

''اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے، اور انسان (طبعًا) کمزور پیدا کیا گیا ہے''۔

بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے!؟

ساٹھ سال سے زائد عرصہ اس خطے میں شیطان کی دعوت غالب رہی۔ شیطانی دعوت کو ریاستی قوت کے بل پر نافذ کیا گیا۔ دین مغلوب ہوا اور احکامِ شرع پامال۔ جتنا زیادہ یہ دعوت پھیلی اتنے ہی اس کے زہریلے اثرات بھی عام ہوتے گئے اور زمین کی برکتیں اٹھتی چلی گئیں۔ آخرت بھی ہاتھ سے گئی اور دنیا بھی تاریک ہوگئی۔ بھوک وافلاس، خوف و بے امنی، غلامی وپستی اس قوم کا مقدر بنی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ مجاہد بندوں کو توفیق دی کہ وہ اس شیطانی دعوت کے بالمقابل الٰہی دعوت کا علم بلند کریں، اسلام کا جھنڈا تھامیں اور شریعت کے نفاذ کا عزم لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس دعوت کی بنیادوں میں لال مسجد

کے مجاہد علماء وطلباء اور جامعہ حفصہؓ کی مجاہدہ بہنوں کا پاکیزہ خون گرا۔ پھر وزیرستان تا سوات اسی لہو کی خوشبو سے مہک اٹھے اور مزید سینکڑوں نوجوانوں نے نفاذِ دین کی خاطر جانیں پیش کیں......اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

تین سال سے جاری اس کشمکش نے اس خطے کے باسیوں کو ایک نازک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لاتعلقی، غیر جانبداری، تماش بینی، سکوت وخاموشی، تردد وتذبذب اور مزید انتظار کے لئے اب کوئی گنجائش باقی نہیں بچی۔ وہ جنگ جو کل وزیرستان تک محدود تھی...... پہلے قبائلی پٹی سے سوات تک پھیلی......اور اب لاہور، کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد...... بلکہ ممبئی اور پونا تک اس جنگ کی لپیٹ میں ہیں۔ پاکستان ہی نہیں، پورے جنوبی ایشیا کا مستقبل اس جنگ کے ساتھ نتھی ہے۔ اب ہر فرد کو انفرادی طور پر اور اس قوم کو اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس نے کس کا ساتھ دینا ہے؟ کونسی دعوت پر لبیک کہنا ہے؟ دونوں میں سے کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟

ا۔امریکہ کی غلامی یا رب کی غلامی؟

ایک طرف وہ بے دین طبقہ ہے جو اس ملک کے باسیوں کو باور کرا رہا ہے کہ امریکہ تمہارا دشمن نہیں، دوست ہے؛ امریکی غلامی، غلامی نہیں بلکہ آزادی کی نوید ہے؛ اور پاکستان کی بقاء، اس کے ایٹمی اثاثوں کی حفاظت، اس کی معیشت کی بحالی اور اس کے دفاع کی مضبوطی سمیت تمام اہم میدانوں میں امریکہ ہی تمہارا واحد سہارا ہے۔ یہ دعوت محض چند سالوں پر محیط نہیں بلکہ حکمران طبقے نے لیاقت علی خان کے دور ہی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پاکستان عالمی سیاست میں 'امریکی کیمپ' کا حصّہ ہوگا اور اس کے بعد کی چھ دہائیاں پاکستان نے اسی طاغوت کی جھولی میں گزاری ہیں۔ اسی لئے سن ۲۰۰۱ء میں 'دہشت گردی' کے خلاف امریکی اتحاد میں شامل ہونا بھی کوئی 'یوٹرن' نہیں تھا، بلکہ محض اس ریاستی حکمتِ عملی کا تسلسل تھا! اس امریکی غلامی نے پاکستان کو کیا دیا؟......کبھی مشرقی پاکستان میں امریکی بحری بیڑے کا لا حاصل انتظار ......کبھی پریسلر ترامیم......کبھی ظالمانہ شرائط پر سودی قرضے......کبھی پتھر کے دور میں پہنچانے کی دھمکیاں......کبھی بھارت امریکہ ایٹمی معاہدات......کبھی ڈرون حملے......اور کبھی بلیک واٹر جیسے نامبارک تحائف!

اس سب کے بالمقابل، مجاہدین آج امریکی غلامی سے نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔لیکن

یہ دعوت ایک طاغوت کی غلامی سے نکل کر چین، روس، برطانیہ یا کسی دوسرے طاغوت کی غلامی قبول کرنے کی دعوت نہیں...... یہ تو انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ رب العالمین کی غلامی اختیار کرنے کی دعوت ہے! ساٹھ سال امریکی غلامی میں ذلیل وخوار ہونا اس قوم کے اہلِ عقل و دانش کی آنکھیں کھلوانے کے لئے کافی ہونا چاہیے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ یہ قوم اللہ کے حضور اجتماعی توبہ کرے، امریکہ سمیت تمام طواغیت کی پرستش سے انکار کرے اور اللہ پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے انسانی غلامی کی یہ زنجیریں توڑ ڈالے؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مکڑی کے گھر سے بھی کمزوران سہاروں کو چھوڑ کر اس رب کے در پر جھکا جائے جس نے ہمارے پیروں تلے زمین بچھائی، اس میں عظیم الشان پہاڑ جمائے، اس پر ستونوں کے بغیر آسمان کی چھت تانی، اس چھت کو سیاروں و ستاروں سے مزین کیا اور ہماری ضرورت کی ہر چیز اس زمین میں رکھ دی...... جو عزت و شرف، قوت و شوکت، رزق و دولت سمیت تمام خزانوں کا حقیقی مالک ہے...... دنیا بھی اس کی ہے اور آخرت بھی اس کی!؟ پھر یہی نہیں، بلکہ وہ ہم سے بڑھ کر ہمارے نفع اور بھلائی سے واقف ہے اور اتنا قدردان ہے کہ جو اس کی سمت ایک قدم بڑھے وہ اس کی طرف دس قدم آتا ہے۔ جبکہ امریکہ بہادر کا حال تو یہ ہے کہ اس کے سامنے سجدے میں پڑ کر ناک سے لکیریں بھی نکالی جائیں تو یہ بدبخت ''ڈومور'' کا مطالبہ کرنے سے باز نہیں آتا! پس اس سے زیادہ خسارے کا سودا کوئی نہ ہو گا کہ امریکی غلامی کے بھیانک دنیوی واخروی نتائج جاننے کے بعد بھی یہ قوم پھر سے امریکی در پر جھکنے اور امریکی غلامی کا طوق گلے میں پہننے پر تیار ہو جائے!

۲۔سودی نظامِ استحصال یا شرعی نظامِ اقتصاد؟

پھر ایک طرف عام مسلمان کی معاشی مشکلات کے حل کے لئے ساٹھ سال سے رائج اِسی سودی نظامِ معیشت کے گرد گھومتی دعوت ہے، حالانکہ یہ نظام کبھی بھی معاشی خوشحالی وآسودگی نہیں دے سکتا...... نہ تو شرعاً، نہ ہی عقلاً۔ شرعاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ﴾(البقرة: ۲۷۶)

''اللہ سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا ہے اور صدقات (کی برکات) بڑھاتا ہے''۔

اور عقلاً اس لئے کہ تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، دولت کے چند مخصوص ہاتھوں میں ارتکاز اور مال کی اندھی حرص پر مبنی کوئی معاشی نظام بھی معاشرے کے عام افراد کی خوشحالی کا باعث نہیں

بن سکتا اور نہ ہی ایسا نظام زیادہ دیر قائم رہ سکتا۔ بلکہ اس کے نتیجے میں ہمیشہ طبقاتی تقسیم، مفاد پرستوں کے جابرانہ تسلط اور بالآخر باہمی خانہ جنگی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔آج عالمی سطح پر مغرب خود ایک تاریخی معاشی بحران سے دوچار ہے اور الحمدللہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام بتدریج اپنی موت کی طرف بڑھتا نظر آرہا ہے۔ پاکستان میں رائج معاشی نظام، جوکہ عالمی سرمایہ دارانہ معیشت ہی کا ایک جزو ہے، اس کے ساتھ بھی پاکستان کے عوام کا ساٹھ سالہ تجربہ قطعاً خوشگوار نہیں رہا۔ یہ ایک غیر شرعی، ظالمانہ، فرسودہ اور ناکام نظام ہے۔اس نظام نے ایک طرف تو ایک ایسے طبقے کو جنم دیا ہے جن کے اموال سنبھالنے کے لئے پاکستان کے بینک ناکافی ثابت ہوتے ہیں اور وہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں اپنی دولت جمع کرواتے ہیں؛ جن کے گھوڑے بھی ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں رہتے اور بیش قیمت مربے کھاتے ہیں؛ جن کی اولادیں یورپ و امریکا میں پلتی بڑھتی اور وہیں جیتی مرتی ہیں؛ جو گرمیوں کی چھٹیاں منانے کبھی ہوائی کے ساحلوں کا رخ کرتے ہیں تو کبھی پیرس ولندن کی تفریح گاہوں کا۔ یہ بدبخت ہمارے ٹیکسوں پر پل کر ہمارا ہی خون چوسنے والے فوجی جرنیل ہوں یا سندھ و پنجاب کے ظالم وڈیرے و جاگیردار......سرے محل خریدنے والے سیاست دان ہوں یا رائے وِنڈ میں محلات بنانے والا سیاسی خاندان......کراچی کے بھتہ خور اور 'لینڈ مافیا' ہوں یا بلوچستان اور سرحد کے خوانین وملِکان......ان سب کی غالب اکثریت امت کے اموال پر ناحق قابض، چوروں لٹیروں پر مشتمل ہے اور موجودہ ظالمانہ سودی نظام کی بقاء سے اگر کسی طبقے کا مفاد وابستہ ہے تو محض ان کا!......جبکہ دوسری جانب اسی معاشی نظام نے عوام کی غالب اکثریت کی معاشی کمر اتنی بری طرح توڑی ہے کہ ایک عام مسلمان دو وقت کی روٹی پوری کرنے ہی کی فکر میں دن بھر مصروف رہتا ہے۔نہ تو اسے اپنے دین کی فکر کرنے کا موقع میسر آتا ہے، نہ ہی اپنی گردن پر مسلط ظالمانہ نظام کے خلاف اٹھنے کی سکت اس میں باقی بچتی ہے۔وہ تو اپنے قرضے اتارنے ہی کی فکر سے دوہرا ہوا جاتا ہے اور اس ذہنی بوجھ و معاشی پریشانی سے تنگ آکر خودکشی اور خودسوزی تک بھی جا پہنچتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ؐ سے جنگ پر مبنی اس سودی استحصالی نظام کی طرف دی جانے والی دعوت کے بالمقابل ایک دعوت مجاہدین بھی دے رہے ہیں......یعنی شرعی اقتصادی نظام کی سمت دعوت! یہ دعوت مجاہدین ہی کی نہیں، ہر صاحبِ ایمان کے دل کی دعوت ہے۔اس نظام میں برکت ڈالنے کا وعدہ خود رب نے کر رکھا ہے۔ یہ آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ ہے اور دنیا میں بھی فراوانیٔ رزق کا باعث۔آیئے اس

نظام کے چند نمایاں پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں:

☆زکوٰۃ وعشر کی فرضیت

یہ شرعی نظام مال کو ایک طبقے میں مرتکز ہونے سے روکتا ہے اور ہر غنی شخص کے مال میں غریب مسلمانوں کا باقاعدہ 'حق' زکوٰۃ کی صورت میں مقرر کرتا ہے۔ پھر یہی نہیں، بلکہ اگر یہ حق بخوشی نہ ادا کیا جائے تو اسے زبردستی وصول کرنا لازم ٹھہراتا ہے، خواہ اس کی خاطر جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ آج امت میں کتنے ہی سرمایہ دار اور جاگیردار ایسے ہیں جن کے اموال میں سے اگر صرف زکوٰۃ وعشر بھی پوری طرح وصول کر لئے جائیں اور اس حاصل شدہ مال کو ضرورت مند مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا شرعی نظام بنالیا جائے، تو ان میں سے ایک ایک فرد سے حاصل شدہ زکوٰۃ لاکھوں لوگوں کی تنگ دستی مکمل طور پر دور کرنے کے لئے کافی ہو جائے۔

☆سود کی حرمت اور صدقات کی ترغیب

یہ شرعی نظام سود کو حرام قرار دیتا ہے اور صاحبِ ثروت افراد کو اولاً تو اس بات پر ابھارتا ہے کہ ضرورت مندوں کو ثواب کی نیت سے بطور صدقہ مال دیں۔ پھر اگر کوئی شخص کسی ضرورت مند کو بطور قرض مال دے ہی دے تو نہ صرف یہ نظام اسے اس قرض پر اضافی سود لینے سے منع کرتا ہے، بلکہ اپنی اصلی رقم بھی واپس طلب کرنے میں نرمی وشفقت کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥﴾ (البقرة: ٢٨٠)

''اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (قرض کے پیسے) بخش دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ تم سمجھو''۔

☆مردہ زمین کی آبادکاری کے ذریعے زمین کی ملکیت کا حصول

یہ شرعی نظام معاشرے کے عام فرد کو سوال کی ذلت سے بچانے، محنت سے حاصل کردہ حلال کمائی کی عادت ڈالنے اور اس کی معاشی تنگی دور کرنے کے لئے حدیثِ نبویؐ میں مذکور یہ عظیم اصول دیتا ہے کہ:

''من أحيا أرضًا ميتة فهي له''.

''جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اسی کی ہوگئی''۔

(أبو داود، باب في احياء الموات)

پس اسلامی نظامِ اقتصاد میں جو شخص بھی کسی غیر مملوکہ بنجر زمین پر محنت کر کے اسے آباد کر لے، خواہ وہاں فصل کاشت کرے یا رہائش کے لئے کمرے وغیرہ بنائے، تو وہ زمین اس کی ملکیت ٹھہرے گی۔ گویا یہ حدیث زمین کو 'آباد' کرنے کی شرط لگا کر زمینوں پر ناحق قبضے کا رستہ بھی بند کرتی ہے اور دوسری طرف ہر فرد کو محنت کر کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا ایک وسیع موقع بھی فراہم کر دیتی ہے۔ اب ہر فرد کو اس کی محنت کے بقدر صلہ ملے گا۔ جو شخص جتنی زیادہ محنت کر کے جتنی بڑی غیر مملوکہ زمین آباد کرنا چاہے، شرعاً اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

☆ معدنیات اور قدرتی وسائل میں پوری امت کا حق

یہ شرعی نظام امت کے قدرتی وسائل اور معدنیات پر تنہا کسی شاہی خاندان یا حکمران طبقے کو قابض نہیں ہونے دیتا، بلکہ پوری امت کا حق ان قدرتی وسائل میں مقرر کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء والكلأ والنار''.

''سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، سبزے اور آگ میں''۔

(سنن أبي داود، باب في منع الماء)

جبکہ ابنِ ماجہ کی روایت میں پانی اور آگ کے ساتھ 'نمک' کا ذکر بھی آتا ہے۔ شارحین نے آگ اور نمک کے ذیل میں معدنیات کو بھی شامل کیا ہے۔ فقہاء ان روایات کی بنیاد پر مسلمان حاکم کو اس بات سے منع کرتے ہیں کہ وہ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان اہم معدنیات کی حامل زمینوں کو جن سے مسلمان بحیثیتِ مجموعی مستغنی نہیں ہو سکتے کسی خاص فرد یا افراد کی ملکیت میں دے۔ شریعت کی تعلیم ہے کہ اگر یہ معدنیات کسی غیر مملوکہ زمین میں ہوں تو مسلمانوں میں سے جو کوئی بھی ان تک پہلے پہنچ جائے وہی اس کا مالک قرار پائے گا۔ پھر وہ ان معدنیات سے تنہا ہی مستفید نہیں ہوگا بلکہ ان کا پانچواں حصّہ بیت المال میں جمع کروائے گا تاکہ اسے مسلمانوں کی عمومی ضروریات پر خرچ کیا جا سکے، جبکہ باقی چار حصّے اس کی ذاتی ملکیت قرار پائیں گے۔ یہ فقہائے احناف کی رائے ہے۔

(فقہائے احناف معدنیات کو مختلف اقسام میں تقسیم کر کے ہر قسم کے احکامات علیحدہ بیان کرتے ہیں، لیکن یہ مقام تفصیل کا متقاضی

نہیں۔تفصیل کے لئے دیکھئے:الفقه الإسلامي وأدلته، للدکتور وهبة الزحيلي)،

جبکہ امام شوکانی سمیت کئی فقہاء اس حدیث کو اس کے ظاہری معنی ہی میں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ معدنیات کسی صورت بھی کسی فرد کی ذاتی ملکیت نہیں بن سکتی ہیں، بلکہ وہ پوری امت کی ملکیت ہیں اورانہیں پورے کا پورا بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

آج اگر اس ایک حدیث پر بھی کما حقہٗ عمل ہو تو پاکستان ہی نہیں، پوری امت کے معاشی مسائل حل ہو جائیں۔آج مسلمان خطوں پر مسلط حکمرانوں نے تیل، گیس، سونا، چاندی اور یورانیم سمیت کتنی ہی قیمتی معدنیات کو یا تو اپنی ذاتی ملکیت بنا رکھا ہے یا انہوں نے امت کے ان بیش قیمت وسائل کو بھاری رشوتوں کے عوض امریکہ اور یورپ کی مختلف ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حوالے کر دیا ہے، تا کہ ان کی اپنی جیب بھی گرم رہے اور ان کے کافر آقا بھی خوش رہیں۔یوں یہ امتِ مظلومہ وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی معاشی اعتبار سے کفار کی دستِ نگر ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ!

☆غنائم اور اموالِ فے کے ذریعے معاشی خوشحالی

شریعت امت کو جہاد پر ابھارتی ہے۔جہاد جہاں جنت کے حصول اور درجات کی بلندی کا ایک عظیم الشان دروازہ ہے، وہیں اس کے ذریعے غنیمت اور فے کا پاکیزہ مال بھی حاصل ہوتا ہے۔فتوحات کے دروازے کھلیں تو غنائم اور اموالِ فے اتنی بڑی مقدار میں آتے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کا بیت المال بھی نہایت مضبوط ہو جاتا ہے اور جہاد میں شریک ہونے والوں کی معاشی تنگی بھی بالکلیہ دور ہو جاتی ہے۔ خلفائے راشدین، بالخصوص حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں سونے چاندی سمیت دیگر بیش قیمت اشیاء پر مشتمل اموالِ غنیمت کے بڑے بڑے ڈھیر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لگا کرتے تھے۔ پھر ان اموال کا پانچواں حصّہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا تھا، جبکہ باقی چار حصّے مسلمانوں کے لشکر میں تقسیم کئے جاتے تھے۔یوں عام مسلمان بھی معاشی تنگی سے محفوظ رہتا تھا اور حکمرانوں کو بھی امورِ سلطنت چلانے کے لئے در در جا کر قرضے نہیں مانگنے پڑتے تھے۔پس غنائم اور اموالِ فے بذاتِ خود رزق کی فراوانی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔تبھی تو رسولِ محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جعل رزقي تحت ظل رمحي''.

''میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے''۔

(بخاري، باب: ما قيل في الرماح)

☆ناحق قبضوں کی بازیابی

آج اس ملک کے بہت سے علاقوں میں عام لوگوں کی زمینیں اور جائیدادیں زبردستی ہتھیانے کے لئے 'لینڈ مافیا' کے منظّم گروہ کام کر رہے ہیں۔ بالعموم ایسے گروہوں کو کسی نہ کسی سیاسی جماعت یا مقامی پولیس اور انتظامیہ کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ نیز مقامی انتظامیہ کی ملی بھگت سے کتنے ہی مقامات پر سرکاری زمینوں پر بھی ناجائز قبضے کا سلسلہ جاری ہے۔ پھر یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ پاکستان کے بیشتر بڑے جاگیردار، وڈیرے اور خوانین آج جن وسیع وعریض زمینوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں وہ ان کی جائز ملکیت نہیں ہیں، بلکہ وہ جاگیریں انہیں یا ان کے باپ دادا کو انگریز سے وفاداری کے صلے میں عطا کی گئی تھیں۔ شرعی نظام آنے کے بعد ایسے تمام ناجائز قبضوں کو بازیاب کرایا جائے گا اور ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیا جائے گا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''على اليد ما أخذت حتى تؤدِّيَه''.

''جس ہاتھ نے کوئی چیز لی ہو وہ اس کے ذمے واجب رہے گی یہاں تک کہ وہ اسے واپس لوٹا دے''۔

(ابن ماجه، كتاب الأحكام: باب العارية)

نیز ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''ليس لعرق ظالم حق''.

''(کسی دوسرے کی زمین میں) زبردستی پودا لگانے والے کا (اس زمین پر) کوئی حق نہیں بنتا''۔

(أبو داود، باب في احياء الموات)

فقہاء اس حدیث کے ذیل میں یہ بات بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی زمین پر اپنی ملکیت ثابت کرنے اور اس پر ناحق قبضہ جمانے کے لئے وہاں پودا لگائے یا کوئی عمارت وغیرہ تعمیر کرے تو اس زمین پر اس کا کوئی حق نہیں ثابت ہوگا اور وہ زمین اس سے بزور بازیاب کرائی جائے گی۔ پس شرعی نظام کا آنا ان ظالموں کا زور توڑنے اور کمزور مزارعوں، کسانوں، مزدوروں اور تمام مظلوم مسلمانوں کو ان کا حق دلانے کا باعث ہوگا۔

☆رشوت خوری پرمکمل پابندی

انگریز کے عطا کردہ اس نظام میں رشوت ایک طے شدہ اصول کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ایک شریف آدمی کو سرکاری محکموں سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام کروانے کے لئے بھی ہر سطح کے افسروں اور کلرکوں کی جیب گرم کرنی پڑتی ہے۔ کوئی فائل، کوئی دستاویز، کوئی عرضی اس وقت تک آگے نہیں بڑھتی جب تک اس کے ہمراہ رشوت نہ دی جائے۔ سول بیوروکریسی، پولیس، عدالتیں، سبھی اس مکروہ اصول پر کام کرتی ہیں۔ بیچارے عام آدمی کی کمائی کا ایک معقول حصّہ تو اسی رشوت کی ادائیگی میں نکل جاتا ہے، ولا حول ولاقوۃ الا باللہ!

شریعت کا عطا کردہ نظام مسلمان عوام سے یہ ظالمانہ معاشی بوجھ بھی ہٹاتا ہے اور رشوت کے لین دین کو حرام اور قابلِ گرفت جرم قرار دیتا ہے۔ سرکاری نوکروں کو ان کے کام کی مناسبت اور ان کی ضروریات کے اعتبار سے مناسب تنخواہ دینا بیت المال اپنے ذمے لیتا ہے اور ساتھ ہی ان سرکاری نوکروں پر لازم کرتا ہے کہ وہ عوام کے خادم بن کر ان کے مسائل حل کریں، ان کے حقوق ادا کریں اور ناجائز ذرائع سے ان کا مال نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo﴾ (البقرة: ١٨٨)

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (بطور رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ ناجائز طور پر کھا سکو، حالانکہ تم جانتے بھی ہو''۔

اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''لعنة الله على الراشي والمرتشي''.

''اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر''۔

(ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة)

پھر یہی نہیں، بلکہ اسلام رشوت خوری کے مہلک مرض کو جڑ سے اکھاڑنے کا اس حد تک اہتمام کرتا ہے کہ حکومتی عہدیداران کو اپنی سرکاری حیثیت میں تحائف تک وصول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''هدايا العمال غلول''

''حکومتی عہدیداران کا تحائف لینا خیانت ہے''۔

(مسند أحمد، حديث أبي حميد الساعدي رضي الله عنه)

کہاں شریعت کا عطا کردہ یہ عادلانہ نظام اور کہاں انگریز کا عطا کردہ یہ ظالمانہ نظام جہاں ملک کا وزیرِ اعظم (شوکت عزیز) اپنا دورِ حکومت پورا ہونے پر وزیرِ اعظم ہاؤس سے وہ تمام سرکاری تحائف ساتھ لے کر روانہ ہوتا ہے جو اسے بطور وزیرِ اعظم دیئے گئے تھے۔ اللہ ان ظالموں کو ہماری گرفت میں دے، آمین!

☆ ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ

اس ملک کا ہر نیا بجٹ ملک کے 'اجتماعی مفاد' میں، 'ملکی معیشت کی بہتری' کے لئے نئے ٹیکسوں کے اجراء اور پرانے ٹیکسوں میں اضافے کی 'نوید' ساتھ لئے آتا ہے۔ ان ظالمانہ ٹیکسوں کی بدولت تمام اشیائے ضرورت کی قیمتیں اپنی حقیقی قدر سے کئی گنا بڑھ جاتی ہیں اور معاشرے کا عام فرد اپنے معاشی مسائل کے دلدل میں مزید دھنس کر رہ جاتا ہے۔ پھر نجانے ٹیکسوں سے حاصل شدہ یہ خطیر رقوم کہاں جاتی ہیں کہ اس کے بعد بھی ملکی معیشت پہلے سے زیادہ تباہ حال نظر آتی ہے اور 'مجبُوراً' حکمرانوں کو اگلے بجٹ میں مزید ٹیکس عائد کرنا پڑتے ہیں۔ بلاشبہ ظلم در ظلم کے اس بھیانک سلسلے کو شریعتِ رب العالمین قطعاً قبول نہیں کرتی۔ ظالمانہ ٹیکس عائد کرنے کو شریعت عظیم ترین کبیرہ گناہوں میں شمار کرتی ہے۔ اسی لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''لا يدخل الجنة صاحب مكس''.

''ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا''۔

(سنن أبي داود، كتاب الخراج و الإمارة و الفيء، باب السعاية على الصدقة)

☆ یہودی ساہوکاروں کی غلامی سے نجات

آج ہمارے منہ میں جانے والے لقمے سے لے کر تن پر موجود لباس تک، ہر شے کی قیمت آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک متعین کرتے ہیں۔ معاشی میدان میں ہماری غلامی، عسکری و سیاسی غلامی سے کہیں بڑھ کر ہے...... لیکن چونکہ سرمایہ دارانہ معیشت اعداد وشمار کا ایک نہایت پیچیدہ کھیل ہے، اس لئے بیشتر عام لوگ نہ تو اس کھیل کو ٹھیک سے سمجھ پاتے ہیں، نہ ہی اس معاشی غلامی کا کما حقہ احساس کر پاتے ہیں۔

کتنے ہی اہم قومی امور میں حکمران محض اس لئے امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبُور ہو جاتے ہیں کہ انہیں امداد روکے جانے یا معاشی پابندیاں لگانے کی دھمکی موصول ہو جاتی ہے۔اب تو یہ معاشی غلامی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک بھرپور حاکمانہ انداز سے اپنی من پسند شرائط املاء کرواتے ہیں، وہی ٹیکس بڑھانے گھٹانے کے فیصلے کرتے ہیں، وہی بجٹ کورد وقبول کرتے ہیں، وہی قیمتوں کا تعیّن کرتے ہیں، وہی پاکستان کو دی جانے والی امداد کے مصارف مقرر کرتے ہیں اور پھر وہی باقاعدہ ٹیمیں بھیج کر یہ یقینی بناتے ہیں کہ پیسے ان مقررہ مدات سے باہر خرچ بھی نہ ہونے پائیں۔گویا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہماری معیشت ہمارے نہیں، عالمی یہودی ساہوکاروں کے ہاتھ میں ہے۔پس اس خطے کے باسیوں کو یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ جب تک ہم اپنی معیشت کا رشتہ عالمی سرمایہ دارانہ معیشت سے اور اپنی کرنسی کا رشتہ امریکی ڈالر سے نہیں توڑیں گے،تب تک اس معاشی غلامی سے باہر آنا اور بھوک،فقر اور بے روزگاری جیسے مسائل سے نجات پانا ناممکن ہے۔پس مجاہدین آج اسی بات کی طرف دعوت دے رہے ہیں کہ اس سودی یہودی نظام سے تعلّق توڑا جائے اور ہر دباؤ سے بےخوف ہو کر خالص شرعی اصولوں پر اپنی معیشت کو استوار کیا جائے۔اسی میں اس خطے کے مسلمانوں کی اخروی فلاح مضمر ہے اور یہی ان کے معاشی مسائل کا واحد حل ہے۔

☆فکرِ آخرت اور قناعت پسندی......خوشحالی کا اصل راز!

نیز یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ موجودہ معاشی نظام انسان کو حبِ دنیا کی طرف بلاتا ہے، مال کی حرص اس کے سینے میں ابھارتا ہے اور اشتہارات کے ذریعے اس کے دل میں آرزوئیں اور خواہشات بیدار کرتا ہے۔پس اس نظام کے تحت تشکیل پانے والی شخصیت ایسی حریص، خودغرض، مفاد پرست اور لالچی ہوتی ہے کہ اسے مال سے بھری وادیاں بھی مل جائیں تو اسے سکونِ قلب نہیں نصیب ہوتا اور وہ ہر دم مزید کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔اس کے برعکس اسلام آخرت کے گھر کو اصل گھر اور وہاں کی کامیابی کو اصل کامیابی قرار دیتا ہے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کا عقیدہ سینے میں راسخ کرتا ہے اور ایثار وقربانی اور زہد وقناعت پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔نتیجتاً ایک ایسی پاکیزہ شخصیت تشکیل پاتی ہے جو مالی تنگی میں بھی اطمینان وسکون محسوس کرتی ہے اور مال کی وسعت ہو تو اسے بچا بچا کر رکھنے کی بجائے حاجت مندوں پر اور غلبہء دین کی راہ میں خرچ کرتی ہے۔بلاشبہ اس مبارک عقیدے کے بغیر کسی بھی معاشرے کو

حقیقی آسودگی اور معاشی خوشحالی نہیں میسر آسکتی۔

۳۔ظلم وجبر یا عدل وانصاف؟

پھر ایک طرف ظلم و جبر پر مبنی اس نظام کی سمت دعوت ہے جہاں 'فوجی جوان' ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلباء کو سٹیڈیم میں جمع کر کر کے 'فائرنگ سکواڈ' کے ذریعے قتل کرتے ہیں...... جہاں 'قوم کے محافظ' ہی مشرقی پاکستان کی فوجی بیرکوں میں لاتعداد مسلمان بہنوں کی عزتیں لوٹتے ہیں...... جہاں بلوچستان میں اپنے ہی عوام کی عام آبادیوں پر ہیلی کاپٹروں، ٹینکوں اور بھاری توپوں سمیت سبھی ہتھیار آزمائے جاتے ہیں...... جہاں معصوم لوگوں، حتیٰ کہ خواتین تک کو محض اس جرم میں جیلوں میں بھرا جاتا ہے کہ انہوں نے کسی مجاہد کو گھر میں پناہ دی، جہاد کے موضوع پر کوئی کتاب تقسیم کی یا اپنے اموال سے مجاہدین کی نصرت کی......اور پھر آئی ایس آئی کی خفیہ جیلوں میں ان کے جسموں کو ادھیڑنے اور ان کی عزتیں پامال کرنے کے لئے ہر بدترین وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے...... جہاں شریعت کے نفاذ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قیام کا مطالبہ کرنے والے علمائے کرام اور طلباء وطالبات کو مسجد و مدرسے کے اندر ہی فاسفورس بموں سے جلا دیا جاتا ہے...... جہاں نفاذِ اسلام کا نعرہ بلند کرنے والے پاکباز نوجوانوں کو جیلوں میں بے دردی سے قتل کر کے ان کی چھلنی لاشیں سوات اور قبائلی علاقہ جات کے چوراہوں میں ہیلی کاپٹروں سے گرائی جاتی ہیں...... جہاں علماء تک کو کلمہءحق کہنے کی پاداش میں جیلوں میں برہنہ رکھا جاتا ہے، ان کی داڑھیاں مونڈ دی جاتی ہیں، ان کو الٹا لٹکا کر ان پر وحشیانہ تشدد کیا جاتا ہے...... جہاں مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عبداللہ غازی، مولانا یوسف لدھیانوی، مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا حبیب اللہ مختار، مولانا عتیق الرحمٰن، مفتی امین اورکزئی اور مفتی سعید احمد جلالپوری سمیت درجنوں علمائے حق کو چن چن کر شہید کیا جاتا ہے...... جہاں وزیرستان سے سوات تک پھیلی ارضِ جہاد و رباط میں ہدف بنا بنا کر لاتعداد مساجد و مدارس اور بہت سے مرکزی بازاروں کو تباہ کیا جاتا ہے...... پھر جہاں زرداری جیسے بدنامِ زمانہ چور کو منصبِ صدارت پر فائز کیا جاتا ہے...... جہاں عشرت العباد جیسے قاتل، بدمعاش، بھتہ خور کو سندھ کا گورنر بنا دیا جاتا ہے...... جہاں 'الذوالفقار' جیسی دہشت گرد تنظیم بنانے والی جماعت ملک کی حاکم بن کر بیٹھ جاتی ہے...... جہاں 'را'، 'خاد' اور 'موساد' کے پیسوں پر پلنے اور چلنے والی قوم پرستانہ مجرم تنظیموں (ایم کیو ایم اور اے این اپی) کو دوصوبوں کے مظلوم عوام پر مسلط کر دیا جاتا ہے...... جہاں قوم کو ایٹم بم دینے والے سائنسدان کو پورے

ملک کے سامنے آ کر معافی مانگنے پر مجبور کیا جاتا ہے...... جہاں پولیس سڑکوں، چوراہوں اور تھانوں میں غریبوں اور کمزوروں کو مارتی پیٹتی اور بے عزت کرتی ہے...... جہاں وڈیرے، جاگیردار اور دیگر مترفین سب گاؤں والوں کے سامنے کمزور خاندانوں کی لڑکیوں کو بے آبرو کرتے ہیں...... جہاں فوجی جرنیل قوم کی بیٹی کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی جیبیں بھرتے ہیں......اور مظالم کی یہ فہرست ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی!

ایک طرف اس ظالمانہ نظام کی طرف دعوت ہے،تو دوسری سمت عدل وانصاف پر قائم نظامِ شریعت کی طرف دعوت ہے...... وہ نظام جہاں عوام وخواص سب قانون کے سامنے یکساں ہوں، جہاں سب کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو، جہاں خلیفہ بھی بیت المال سے ایک زائد چادر لے تو عوام کے مجمع میں اس کا احتساب ہو سکے، جہاں خلفاء بھی خود کو بدلے اور احتساب کے لئے پیش کرتے ہوں، جہاں معزز ترین خاندان کا فرد بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، جہاں مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلوایا جائے، جہاں مقتول کے ورثاء قاتل سے قصاص لے سکیں، جہاں دین دشمن مجرموں کو قرار واقعی سزا ملے اور معزز زینِ امت کو حقیقتاً عزت میسر آئے، جہاں ایک ذمی کافر پر بھی ظلم کیا جائے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے دفاع میں اٹھ کھڑے ہوں اور فرمائیں:

’’ألا من ظلم معاهدًا أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئًا بغير طيب نفس فأنا حجيجُه يوم القيامة‘‘.

’’خبردار! جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق چھینا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اس کی پسند کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے وکیل بن کر کھڑا ہوں گا‘‘۔

(أبو داود، كتاب الخراج و الإمارة والفيء، باب: تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات)

جہاں انسان تو انسان، جانوروں اور حشرات الارض تک پر ظلم حرام ہو......جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

’’عذبت امرأة في هرة سجنتها حتى ماتت، فدخلت فيها النار‘‘.

’’ایک عورت کو محض اس وجہ سے عذاب میں ڈالا گیا کہ اس نے ایک بلی کو قید کر کے رکھا یہاں

تک کہ وہ مرگئی، پس اس جرم کے پاداش میں وہ جہنّم میں داخل ہوئی‘‘۔

(مسلم، كتاب الحيوان، باب تحريم قتل الهرة)

جبکہ ایک دوسری حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سناتے ہیں کہ ایک چیونٹی نے کسی نبیؑ کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی جلانے کا حکم دے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ:

’’أفي أن قرصتک نملة أهلكت أمة من الأمم تسبح‘‘؟

’’کیا محض ایک چیونٹی کے کاٹنے کے سبب تو نے میری تسبیح کرنے والی ایک پوری امت ہلاک کرڈالی‘‘؟

(مسلم، كتاب الحيوان، باب النهي عن قتل النمل)

پس کہاں اس عالی دین کی دعوت جو ایک بلی کو ناحق قید کرنے پر بھی جہنّم کی وعید سنائے، جہاں چند چیونٹیوں سے بدلے کے معاملے میں بھی عدل کی تعلیم دینے وحی اتر آئے......اور کہاں ان مرتد کافروں کا دین کہ جہاں عقل وشعور کے حامل انسانوں کے ساتھ بھی جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جائے، انہیں جیلوں میں ڈالا جائے، انہیں اذیتیں دی جائیں اور ان کی عزتیں پامال کی جائیں؛ جہاں سوات کے چند مجاہدین کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے ۳۸ لاکھ لوگوں کو ہجرت پر مجبُور کیا جائے؛ جہاں محسود میں موجود مجاہدین کو مارنے کے لئے پوری پوری بستیوں کو برباد کر دیا جائے اور جہاں مجاہدین کے کسی ایک قائد کو شہید کرنے کے لئے جاسوسی طیاورں سے میزائیل داغ داغ کر دسیوں عام لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے......کہاں یہ دینِ ظلم اور کہاں اسلام......دینِ عدل!؟ اسلامی شریعت تو قائم ہی عدل وانصاف پر ہے۔ یہ دین تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾(النسآء: ۱۳۵)

’’اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے اور سچّی گواہی دینے والے بنو خواہ اس کی زد خود تم پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑے‘‘۔

اس دین کے عطا کردہ نظام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کا جج اپنے

اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنی اولاد کے امتحانی نمبروں میں اضافہ کروائے۔ نہ ہی شریعت کے نظام میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ احتساب کرنے (یعنی 'نیب') کی ذمہ داری ہی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دے دی جائے جو خود مالی بدعنوانی اور رشوت خوری میں ملوث ہوں۔ بلاشبہ یہ سب فساد و بدعنوانی اسی ظالمانہ نظام کا شاخسانہ ہے اور اس ظلم سے نجات اور عدل کے قیام کی واحد راہ شریعت کا مکمل نفاذ ہے۔

۴۔ فردِ واحد کی منہ زوری، پارلیمانِ جہلاء سے منظوری یا اہلِ حل وعقد سے مشاورت؟

پھر ایک طرف سالہا سال سے جاری اس جمہوری نظام کی سمت دعوت ہے جہاں اولاً تو خود بیچاری جمہوریت ہی کے وجود کو سارا وقت فوج سے خطرہ رہتا ہے......اور کیوں نہ ہو جبکہ اس ملک کی نصف سے زائد عمر تو یحییٰ، ایوب، ضیاء اور پرویز کے تحت گزری ہے۔ فوجی تسلط کے ان ادوار میں نظامِ مملکت اسی طرح چلا ہے کہ کروڑوں کی آبادی کے مستقبل پر دور رس اثرات ڈالنے والے فیصلے کوئی ایک جرنیل ہی اپنی ناقص عقل اور اپنی من پسند خواہشات کی روشنی میں کرتا رہا ہے۔ پھر جب کبھی جمہوری حکومتیں قائم ہوئی بھی ہیں تو بالعموم حکمرانوں نے پارلیمان میں بیٹھے نام نہاد 'عوامی نمائندگان' سے مشاورت کیے بغیر ہی تمام اہم فیصلے کیے ہیں۔ لیکن اگر مشاورت کی بھی گئی ہے تو کس سے......اس پارلیمان سے جس کے بیشتر اراکین دین کے بنیادی علم سے بھی بے بہرہ، سورۂ کوثر بھی ٹھیک تلفظ سے پڑھنے سے عاجز، دنیاوی علوم و فنون میں مہارت سے عاری، گفتگو کے آداب تک سے ناآشنا، مالی بدعنوانیوں میں ملوث، بدکرداری کے الزامات سے آلودہ، ذاتی مفاد کے پجاری اور دولت و کرسی کے حریص ہیں؟! یوں محسوس ہوتا ہے کہ رسولِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کی نشانیاں بتاتے ہوئے انہی جہلاء کو 'رُوَيبِضَة' کے نام سے موسوم فرمایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ 'رُوَيبِضَة' سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"الرجل التافه يتكلم في أمر العامة"

"وہ گھٹیا و جاہل آدمی جو مسلمانوں کے اجتماعی امور میں رائے دے"۔

(ابن ماجه، كتاب الفتن، باب شدة الزمان)

پس ایک طرف فوجی آمریت یا جاہلانہ پارلیمانیت کی طرف بلاتی وہی گھسی پٹی دعوت ہے......تو

دوسری طرف 'مشاورت' کے سنہری شرعی اصول پر قائم نظامِ خلافت کی سمت دعوت ہے۔ اسلام نے 'مشاورت' کے اصول کو ایسی غیر معمولی اہمیّت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر نماز اور زکوٰۃ جیسی دو عظیم الشان عبادات کے درمیان فرماتے ہیں۔ پس ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْنَo﴾ (الشورٰی: ۳۸)

''اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا اور نماز قائم کی اور ان کے کام باہم مشورے سے چلتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

پھر ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے محبُوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آیا کرتی تھی اور علم وعقل، فہم و فراست، ہر اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل انسان کوئی نہ تھا۔ پس جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کو مشاورت کا حکم دیا گیا حالانکہ آپؐ اس سے بالکل مستغنی تھے، تو آپؐ کے بعد آپ کا کوئی امتی ایسا نہیں آئے گا جس کے لئے جائز ہو کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور مشاورت کے بغیر چلائے۔ مشورے کی اسی اہمیّت کے پیشِ نظر علامہ نظام الدین نیشاپوری، امام رازی اور علامہ ابن خویز منداد رحمہم اللہ سمیت کئی علمائے کرام حکمران کے لئے واجب قرار دیتے ہیں کہ وہ امورِ سلطنت مشاورت سے چلائے۔ بلکہ امام قرطبی تو ابنِ عطیہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ:

''والشورٰی من قواعد الشريعة وعزائم الأحكام. من لا يستشير أهل العلم والدين فعزله واجب، هذا ما لا خلاف فيه''.

''مشاورت شریعت کے اساسی اصولوں اور اہم ترین احکامات میں سے ایک ہے۔ جو (حکمران) بھی اہلِ علم اور اہلِ دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کرنا واجب ہے، اور اس مسئلے میں (علماء کے درمیان) کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا''۔

(تفسير القرطبي، في تفسير سورة آل عمران، آية رقم: ۱۵۹)

پھر شریعت محض مشاورت ہی کا حکم نہیں دیتی بلکہ یہ بھی واضح کرتی ہے کہ کون لوگ اس کے اہل ہیں کہ ان سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ شرعی نظامِ سیاست میں نہ تو ہر راہ چلتے آدمی سے رائے طلب کی جاتی ہے،

نہ ہی لوگوں کے علم، فہم، دین، صالحیت، دیانت، تجربے، فراست اور خاندانی پس منظر کو یکسر نظر انداز کر کے محض اس بنیاد پر ان کی رائے سن لی جاتی ہے کہ انہوں نے پیسے، دھونس، دھاندلی، دھوکے، فریب اور جھوٹے خوشنما وعدوں کے ذریعے سادہ لوح عوام کی ایک مخصوص تعداد کو بے وقوف بنا کر ان کے ووٹ حاصل کر لئے ہیں۔ شرعی نظام میں تو 'اہلِ حَل وعَقد' سے مشورہ کیا جاتا ہے......جن میں سرِ فہرست علمائے کرام ہیں۔ پھر اسی طرح معاشرے کے معزز اہلِ دین اور مختلف قبائل اور خاندانوں کے صالح سربراہان سے بھی مشاورت کی جاتی ہے۔ پھر ہر مسئلے کی مناسبت سے اس مسئلے کا علم رکھنے والے افراد سے رائے طلب کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام قرطبی علامہ ابن خویز منداد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

''واجب على الولاة مشاورة العلماء فيما لا يعلمون، وفيما أشكل عليهم من أمور الدين ، ووجوه الجيش فيما يتعلق بالحرب، ووجوه الناس فيما يتعلق بالمصالح، ووجوه الكتاب والعمال والوزراء فيما يتعلق بمصالح البلاد وعمارتها''.

''حکام پر واجب ہے کہ وہ جن امور کا علم نہ رکھتے ہوں یا جن دینی مسائل میں انہیں اشکال ہو ان میں علماء سے مشورہ کریں، جنگی امور میں فوج کے نمایاں افراد سے مشورہ کریں، عوامی مفاد سے متعلقہ امور میں معاشرے کے نمایاں افراد سے مشورہ کریں اور مملکت کی تعمیر و ترقی سے متعلقہ امور میں نمایاں کاتبین، حکومتی عہدیداران اور وزراء سے مشورہ کریں''۔

(تفسير القرطبي،في تفسير سورة آل عمران، آية رقم: ۱۵۹)

بلاشبہ شرعاً ہی نہیں، عقلاً بھی اس سے عمدہ نظام کا تصور ناممکن ہے۔ یہ نظام آمریت اور جمہوریت دونوں کی بے اعتدالیوں سے پاک، نظامِ عدل ہے۔ ساٹھ سال جمہوریت اور فوجی آمریت کی کھینچا تانی میں پسنے والے مظلوم عوام کی اخروی نجات بھی اسی میں ہے کہ وہ اپنے رب کے نازل کردہ اس نظام کو اپنائیں اور ان کی جائز دنیاوی مصلحتوں کی حفاظت بھی اسی طرح ممکن ہے کہ وہ ان الہامی اصولوں پر مبنی نظامِ خلافت کو سینے سے لگا لیں۔

۵۔ جرائم و بدامنی یا امن و سکون؟

پھر ایک طرف ملک میں 'لاء اینڈ آرڈر' قائم کرنے کا ذمہ دار پولیس کا نظام ہے......جس کے سیاہ

کرتوتوں سے ہر خاص وعام واقف ہے۔ پاکستان میں کونسا جرم ایسا ہے جس کی پشت پر پولیس کی سرپرستی نہ ہو؟ منشیات کے تمام دھندے، اغواء کاروں کے تمام گروہ، چور ڈاکوؤں کے تمام جتھے، بدکاری کے تمام اڈے، شراب کا تمام تر کاروبار...... پولیس ہی کی سرپرستی میں چلتے ہیں۔ سڑک پر کھڑے سپاہی سے لے کر دفاتر میں بیٹھے اعلیٰ پولیس افسران تک، سب کو ان جرائم کی آمدنی میں اپنے حصّے سے غرض ہوتی ہے۔ یہ حصّہ مل جائے تو نہ جرم، جرم رہتا ہے...... نہ مجرم، مجرم! انگریز نے یہ جونک نما سپاہی ہم پر مسلط ہی اس لئے کئے تھے کہ یہ ہر گلی کوچے میں، ہر چوک چوراہے پر ہمارا خون چوسیں، ہمارا مال لوٹیں۔ بھلا وہ بدبخت ہماری جان و مال کی کیا حفاظت کریں گے، جن کی نظریں ہر دم ہماری جیب پر ہوں؟ انگریز کی خواہش تھی کہ گلی محلوں کی سطح پر اپنے وفاداروں اور غلاموں کی ایک ایسی فوج تیار کر لی جائے جو عوام الناس کے قریب رہ کر ان کی جاسوسی کرے، ان پر نگاہ رکھے اور بوقتِ ضرورت اپنے آقاؤں کو بالکل نچلی سطح تک کی معلومات فراہم کر سکے۔ بیرکوں میں بند اور فصیلوں میں محصور فوجیوں کے لئے یہ خدمت سرانجام دینا ممکن نہ تھا، اسی لئے پولیس کا مستقل ادارہ تشکیل دیا گیا۔ معاشرے پر داخلی گرفت رکھنے اور اس کے پیروں کو اس انگریزی نظام میں مضبوطی سے جکڑے رکھنے کے لئے یہ حربہ نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ پھر اس بدبخت ادارے کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ مسلم معاشرہ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا فریضہ ادا نہ کر سکے، کیونکہ اس فریضے کی ادائیگی مسلمانوں کی تنظیمِ نو کا ذریعہ اور نفاذِ شریعت کی سمت ایک اہم قدم ثابت ہوسکتی ہے۔ پس برصغیر کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب کبھی کچھ اللہ والوں نے اپنے اردگرد پھیلی منکرات کو روکنے کے لئے کوئی عملی اقدامات اٹھائے، تو پولیس کا نظام حرکت میں آیا اور یہ کہہ کر ان پر ٹوٹ پڑا کہ یہ لوگ ''قانون ہاتھ میں لے رہے ہیں''! لال مسجد کی مبارک تحریک اسی سلسلے کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اور قارئین خود تجربہ کرنا چاہیں تو سالِ نو کے آغاز پر کسی بھی بڑے شہر میں منعقد ہونے والی منکرات کی محفل کو روکنے کی کوشش کر کے دیکھ لیں...... پولیس ہی سب سے پہلے 'لاء اینڈ آرڈر' کی حفاظت کی خاطر ان پر ہاتھ ڈالے گی! الغرض یہ شیطانی نظام دراصل منکرات کے فروغ، مجرموں کی سرپرستی اور جرائم کی ترقی کا نظام ہے اور اس کے ذریعے امن و امان قائم ہونا تو دور کی بات...... یہ نظام خود اس معاشرے کے امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے! اسی کے سبب چوری، ڈکیتی، اغواء کاری اور عصمت دری کے واقعات کی شرح مستقل بڑھ رہی ہے اور ایک عام فرد کا دین، جان، مال، عزت، کچھ بھی محفوظ

نہیں۔

اس کے بالمقابل شریعت کا نظام اپنے ساتھ پائیدار امن وسلامتی کی نوید لے کر آتا ہے۔ اولاً تو اسلام یہ عقیدہ دلوں میں راسخ کرتا ہے کہ 'امن' اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جسے رب نے شریعت کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ جتنا زیادہ کوئی معاشرہ شریعت سے دور، آخرت سے غافل اور رب کی گرفت سے بے خوف ہوگا...... اتنے ہی زیادہ وہاں جرائم پھلیں پھولیں گے۔ معاشرے میں رب کے سامنے جوابدہی کا احساس زندہ ہونا بذاتِ خود جرائم کی روک تھام اور امن کے قیام کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاکیزہ معاشرے میں کسی پولیس یا انتظامیہ کے گشت کے بغیر ہی محض ایک حکم آنے پر جاموں میں بھری اور لبوں سے لگی شراب چھوٹ گئی۔ اسی طرح یہ بھی خوفِ خدا پر قائم اس مبارک معاشرے ہی کا امتیاز تھا کہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر زنا کرنے والے بھی خود چل کر نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے آئے اور سنگساری جیسی سخت ترین سزا اپنے اوپر قائم کرنے کا مطالبہ کیا!

پھر امنِ عامہ کی حفاظت کے لئے شریعت نے اگلا قدم یہ اٹھایا کہ معاشرے کے ہر فرد کو 'نہی عن المنکر' کا فریضہ ادا کرنے کا حکم دیا...... جو ہاتھ سے منکرات روک سکے اسے ہاتھ سے، ورنہ درجہ بدرجہ زبان اور دل سے۔ پس اس بات کا بآسانی تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر فرد ظالموں، قاتلوں، ڈاکوؤں، چوروں، غاصبوں وغیرہ کو روکنا اپنا شرعی فرض سمجھے وہاں جرائم کا ارتکاب کتنا مشکل ہو جائے گا؟ پس امنِ عامہ کی حفاظت کے لئے یہ دوسرا حفاظتی بند ہے جو شریعت نے باندھا۔

پھر اسی طرح شریعت نے ایک مضبوط معاشرتی نظام دیا، جہاں والدین کی اطاعت کو فرض ٹھہرایا گیا، بزرگوں اور سفید ریش لوگوں کے احترام کو ایمان کی نشانی بتلایا گیا، علماء کو ایک خصوصی نمایاں مقام عطا کیا گیا اور معاشرے میں رائج ہر اس رواج (عرف) کو باقی رکھنے کا حکم دیا گیا جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔ ایسے معاشرتی نظام میں آنکھ کھولنے والا فرد مغربی معاشرے میں بسنے والوں کی طرح مادر پدر آزاد نہیں ہوتا، بلکہ اس پر اپنے گھر، خاندان، قبیلے اور معاشرے کی ایک غیر مرئی مگر مضبوط گرفت قائم ہوتی ہے جو اسے اجتماعی مصلحت کے خلاف چلنے اور جرائم کا ارتکاب کرنے سے روکتی ہے۔ شریعت نے اسی معاشرتی گرفت کے ذریعے کئی جرائم کی روک تھام کا انتظام کیا۔ مثلاً شریعت نے قتلِ عمد کی دیت سو (۱۰۰) اونٹ (یا ہزار دینار سونا یا دس ہزار درہم چاندی) مقرر کی، مگر اس خطیر رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری محض قاتل پر

نہیں، بلکہ قاتل کے ’’عاقلہ‘‘ پر بھی ڈالی۔ پس اگر تو قاتل اسلامی فوج کا وظیفہ لینے والا سپاہی ہو تو پھر اہلِ لشکر اس کے ’’عاقلہ‘‘ ہوں گے اور پورے لشکر کے وظائف سے دیت کے پیسے کاٹے جائیں گے۔ اور اگر یہ قاتل کوئی عام فرد ہو تو اس کے خاندان اور قبیلے کے لوگ اس کے ’’عاقلہ‘‘ ہوں گے اور دیت کی ادائیگی انہی کے ذمے ہوگی۔ اب تصور کیجیئے کہ جس خاندان کے لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ ان کے جس رشتہ دار نے بھی قتلِ ناحق کا ارتکاب کیا تو ان سب کو اتنی بھاری رقوم ادا کرنی پڑیں گی...... وہ کتنے اہتمام سے اپنے خاندان کے ہر ہر فرد پر نگاہ رکھیں گے اور انہیں ایسے جرائم سے باز رہنے پر مجبُور کریں گے۔ پس اسلام کا قائم کردہ مضبوط معاشرتی نظام بھی امن کی حفاظت اور جرائم کے خاتمے کا ایک نہایت مؤثر وسیلہ ہے۔

پھر یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بہت سے جرائم محض ظلم، ناانصافی اور وسائل کی غلط تقسیم کے سبب جنم لیتے ہیں۔ چنانچہ جب شریعت کا مبارک نظام ظلم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا، جرائم کے اسباب ومحرکات کا ٹھوس علاج کردے گا اور اسلامی نظامِ اقتصاد کے ذریعے تمام مسلمانوں کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں گی، تو بیشتر جرائم خود ہی دم توڑ دیں گے۔ پھر ان سب انتظامات کے باوجود بھی جو شخص اپنی مسخ شدہ فطرت سے مجبُور ہو کر، ہر قسم کی حیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، یہ تمام حصار توڑنے کے بعد کسی جرم کا مرتکب ہوگا تو ایسے ہی بدبختوں پر شرعی سزائیں قائم کی جائیں گی۔ ایسے لاتوں کے بھوت کے ساتھ نرمی یقیناً معاشرے کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ ایسے مجرموں کے لئے شریعت نے اتنی سخت سزائیں مقرر کی ہیں کہ وہ پورے معاشرے کے لئے عبرت کا سامان بنیں اور جرم کا ارادہ کرنے والے دیگر لوگ بھی ان کا حشر دیکھ کر اپنے مذموم ارادوں سے باز آجائیں۔ پس ان سزاؤں کے ذریعے امن کے تحفظ کا انتظام کیا گیا، قصاص کے ذریعے انسانی جان کا تحفظ یقینی بنایا گیا، چور کا ہاتھ کاٹ کر لوگوں کے اموال محفوظ بنائے گئے، کوڑوں اور سنگساری کی سزا کے ذریعے عزت وعصمت کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا...... الغرض حدود وتعزیرات کے پورے نظام کے ذریعے مجرموں کا زور توڑنے اور معصوموں کو امن وتحفظ فراہم کرنے کا مستحکم بندوبست کیا گیا۔ اس نظام کا نفاذ ہم پر شرعاً بھی لازم ہے، اور اس کی عملی برکات کا مشاہدہ بھی طالبانِ عالی شان کے مبارک دورِ حکومت میں ساری دنیا کر چکی ہے۔ معاشی وسیاسی پابندیوں، خارجی دباؤ اور داخلی اعداء کے خلاف مستقل قتال کے باوجود امارت اسلامیہ کے دور میں افغانستان کے عام شہریوں کو جو غیر معمولی امن میسر آیا، وہ امریکہ اور اس کے ۴۰ سے زائد حلیف اپنے سارے وسائل

جھونکنے کے باوجود آج تک دارالحکومت کابل میں بھی فراہم نہیں کر سکے۔

۶۔طاغوتی عدالتیں یا شرعی نظامِ قضاء؟

اسی طرح ایک طرف ان طاغوتی عدالتوں کی سمت دعوت ہے جو قانونِ الٰہی کی بجائے کفریہ انگریزی قوانین نافذ کرتی ہیں...... جہاں آج تک اسی بات پر اتفاق نہیں ہوسکا کہ اس 'مملکتِ خداداد' میں اللہ تعالیٰ کا قانون بالاتر ہے یا انسانوں کا وضع کردہ دستور...... جہاں محض فساق وفجار ہی نہیں، بلکہ 'رانا بھگوان داس' جیسا مشرک ہندو بھی ملک کا 'قاضیءاعلیٰ' بن چکا ہے...... جہاں سپریم کورٹ بھی یہ حق نہیں رکھتی کہ صدرِ مملکت کو عدالت طلب کر کے اس کے جرائم پر محاسبہ کر سکے...... جہاں رشوت لے کر فیصلے کئے جاتے ہیں اور مزید رشوت لے کر بدل دیئے جاتے ہیں...... جہاں مقدمات کے فیصلے بیس بیس سال لٹکے رہتے ہیں یہاں تک کہ مدعی و مدعی علیہ دونوں ہی انتظار کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں......اور جہاں وکیلوں کی فیس ہی ایک عام آدمی کی جیب خالی کرادیتی ہے۔

ایک طرف اس طاغوتی عدالتی نظام کی سمت دعوت ہے تو دوسری طرف اس شرعی نظامِ قضاء کی سمت دعوت ہے جہاں رب کا قانون نافذ ہو...... جہاں حاکم، عوام اور قاضی سب شریعت کے سامنے یکساں ہوں...... جہاں علمِ دین میں رسوخ رکھنے والے متقی اور دیانت دار علماء ہی منصبِ قضاء کے اہل قرار پائیں...... جہاں قاضی کے لئے رشوت لینا ممنوع ہو...... جہاں مقدمات کے فوری فیصلے ہوتے ہوں اور مظلوم کو مفت انصاف میسر آتا ہو۔اسی مبارک نظام کا نعرہ لے کر لال مسجد کی تحریک اٹھی تھی اور اسی نظام کی خاطر مجاہدین آج قربانیاں دے رہے ہیں۔

عوام المسلمین کو بھی بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ ان طاغوتی عدالتوں میں بلا اضطرار فیصلے لے جانا حرام اور اپنے تمام تر فیصلے شریعت کے مطابق کروانا فرض ہے۔ایک طرف یہ شعور عام کرنے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف یہ عملی قدم اٹھانا بھی لازم ہے کہ باہمی فیصلوں کے لئے عدالتوں کی بجائے اپنے معتمد علیہ 'دارالافتاء' کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنے فیصلے مفتیانِ کرام سے کرائے جائیں۔ان شاء اللہ یہ دارالافتاء ہی کل کی شرعی عدالتیں بنیں گے اور یہ علمائے کرام کل کے شرعی قاضی۔اگر مسلم معاشرہ خود یہ فیصلہ کر لے کہ اسے شریعت کے سوا کوئی قانون قبول نہیں، تو یہ طاغوتی عدالتی نظام ان شاء اللہ خود بخود معطل ہو جائے گا۔

۷۔ فحاشی پر مبنی مغربی طرزِ معاشرت یا حیاء پر قائم اسلامی طرزِ معاشرت؟

پھر ایک طرف خواہشاتِ نفسانی کو 'معبود' بنانے، بے لگام شہوات کے آگے سپر ڈالنے، لذات کی تلاش میں جینے مرنے اور حلال وحرام کی تفریق کے بغیر تسکینِ نفس کی خاطر ہر وادی میں بھٹکتے پھرنے، ہر حد پار کرنے اور ہر حرمت پامال کرنے کی نجس دعوت ہے۔ اس دعوت کے داعی چاہتے ہیں کہ ہمارے دل ونگاہ سے حیاء نکل جائے...... نہ رشتوں کا تقدس باقی بچے نہ کوئی پاکیزہ جذبات...... قلب وذہن کے ہر زاویے پر غلیظ افکار اور گندے خیالات کا غلبہ ہو...... اور معاشرہ چوپایوں و بہائم کا معاشرہ بن جائے جہاں خواہشات کی تکمیل ہی مقصدِ زندگی ہو اور اس مقصد کے حصول میں دینی، اخلاقی، معاشرتی، کسی قسم کی کوئی رکاوٹ باقی نہ بچے...... ہر فرد 'آزاد' ہو...... مطلقاً آزاد!!! ذرائع ابلاغ اور این جی اوز بھرپور سرکاری سرپرستی میں یہ گندی معاشرت تشکیل دینے اور ہماری روایتی معاشرت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ اسی منظّم مہم کا کرشمہ ہے کہ بے حیائی کے فروغ کا جو سلسلہ مخلوط محافلِ موسیقی سے شروع ہوا تھا، وہ اب عریاں فیشن شوز سے گزرتا ہوا ہم جنس پرستوں کے علانیہ اجتماعات تک جا پہنچا ہے۔ اس کے بعد تو بس آسمان سے پتھر برسنے کا مرحلہ ہی باقی بچ جاتا ہے، والعیاذ باللہ!

پھر یہی نہیں، بلکہ این جی اوز مختلف خوشنما نعروں تلے خواتین کو گھروں سے نکالنے اور بے حجاب کر کے زینتِ بازار بنانے، بچوں کو والدین کی گرفت سے آزاد کرنے اور نسلِ نو کو اپنے بڑے بوڑھوں سے برگشتہ کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ رہی سہی کسر ہم خود ہی پوری کر رہے ہیں۔ ہم نے 'نکاح' کی مبارک سنت کو اپنے غیر شرعی رسوم ورواج میں لپیٹ کر اتنا دشوار بنا دیا ہے کہ کسی شریف آدمی کے لئے خود کو فتنوں سے بچانا اور گناہوں سے پاک جوانی گزارنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔ بلاشبہ یہ طرزِ معاشرت فساد ہی نہیں، عینِ فساد ہے! اس غیر شرعی طرزِ معاشرت نے ہماری زندگیوں میں جو زہر گھولا ہے اس کا احاطہ کرنا بھی بس سے باہر ہے۔ عصمت دری کے واقعات کی کثرت، طلاق کی شرح میں اضافہ، خاندانی نظام کی شکست وریخت، رشتوں کی تقدیس میں شگاف اور گھریلو زندگی میں ناچاقیاں سبھی اس فحش معاشرت کے بھیانک نتائج ہیں۔ اسی کے سبب نیکی پر جمنا دشوار اور برائیوں کا ارتکاب آسان ہوتا جارہا ہے۔ پھر اس معاشرت کے فروغ کا سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ امت کے نوجوان یوم آخرت کی سرخروئی، دین کی سربلندی، کفر کی سرکوبی، طاغوتی قوتوں کی بیخ کنی، خلافت کے قیام اور اسلامی علوم کے فروغ جیسے عالی

مقاصد کے بارے میں سوچنے، امت کا غم کھانے، احیائے دین کا بوجھ اٹھانے اور میدانِ عمل میں اتر کر عالمِ کفر سے پنجہ آزمائی کرنے کی بجائے......بس اپنی خواہشات کا غلام بن کر، شہواتِ بطن وفرج بجھانے ہی میں اپنی قوتیں گھلائے جا رہے ہیں، الا من رحم اللہ۔ مغرب سے درآمد شدہ اس طرزِ معاشرت کو خواہشات کے پجاری حکمرانوں کی باقاعدہ سرپرستی حاصل ہے۔ تبھی تو فحاشی کے ایک اڈے پر ہاتھ ڈالنے کے جرم میں فوج، پولیس، رینجرز، سبھی حرکت میں آ گئے اور جامعہ حفصہؓ و لال مسجد کو پیوندِ خاک کر ڈالا!

ایک طرف اہلِ ہواء کی یہ دعوت ہے تو دوسری جانب، فحاشی و عریانی کے اس بے قید طوفان کے سامنے کچھ اہلُ اللہ بھی جم کر کھڑے ہیں اور اللہ کی توفیق سے ایک اور دعوت کا علم بلند کر رہے ہیں۔ یعنی اسلامی طرزِ معاشرت کی طرف دعوت۔ یہ ایک ایسے معاشرے کی سمت دعوت ہے جو مسیحیت کی رہبانی عزلت اور مغرب کی مطلق اباحیت کے درمیان راہِ اعتدال پر قائم ہو۔ جہاں نکاح ایک عبادت ہو...... سہل اور آسان ہو......نہ تو اسے جہیز اور مہر کی بھاری رقوم سے نتھی کر کے ایک عظیم الشان مالی بوجھ بنایا جائے...... نہ گرین کارڈ، اعلیٰ نوکری اور شاندار تنخواہ کی شرائط لگا کر امیدوارانِ نکاح کا دائرہ تنگ کیا جائے......اور نہ ہی نکاح کو ۲۵، ۳۰ سال کی عمر تک مؤخر کر کے اس کا مقصد ہی فوت کر دیا جائے۔ فحاشی کے اس طوفان کو روکنے اور اپنی اولادوں کے ایمان کی حفاظت کرنے کے لئے نکاح سے مؤثر ذریعہ کوئی نہیں۔ جب بھی کوئی معاشرہ اس سنت کو ضائع کرے گا یا اسے دشوار بنائے گا تو اس کا معاشرتی نظام تباہی و بربادی کا شکار ہوگا اور اسے عظیم بگاڑ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی سمت اشارہ کرتے ہوئے نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

’’إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنه في الأرض وفساد عريض‘‘.

’’جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا‘‘۔

(ترمذي، كتاب النكاح : باب ما جاء إذا جاء كم من ترضون دينه فزوجوه)

پس ایک طرف تو شرعی نظامِ معاشرت اس فتنے اور فساد کے سدِ باب کے لئے نکاح کا مبارک دروازہ کھولتا ہے تو دوسری جانب خود فساد پھیلانے کے ذرائع پر بھی براہِ راست ہاتھ ڈالتا ہے۔ شرعی نظام

میں نہ تو سینما گھر ہوں گے، نہ فحش سی ڈیوں کے مراکز، نہ بدکاری کے اڈے برداشت کئے جائیں گے، نہ بے حیائی پھیلانے والے نیٹ کیفے ......اوران ذرائع ابلاغ اوراین جی اوز کو تو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے گا جو ہمارے معاشروں میں فتنے وفساد کا سب سے بڑا منبع ہیں۔ پس جب نکاح آسان ہوں گے، بے حیائی پھیلانے کے تمام ذرائع کا سدِ باب کر دیا جائے گا اور شرعی پردے کا اہتمام کیا جائے گا......تو نتیجتاً ایک ایسی صالح معاشرت جنم لے گی جہاں مرد وخواتین حصولِ جنت کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے مسابقت کریں گے، جہاں مسلمان نوجوان امت کی ماؤں بہنوں کی عصمتوں کے محافظ بن کر کھڑے ہوں گے، جہاں نگاہیں پست اور قلوب خوفِ الٰہی سے معمور ہوں گے، جہاں سب مسلمان 'فی اللہ محبت' کے پاکیزہ رشتے میں باہم بندھے ہوں گے، جہاں خاندان مضبوط اور گھر جائے راحت وآرام ہوں گے، جہاں ماں کی شفقت، بہن کی الفت، بیٹی کی محبت اور بیوی کی چاہت سب دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشیں گی۔ یہ وہ پاکیزہ معاشرت ہے جسے مجاہدین قائم کرنا چاہتے ہیں......اور یہی وہ پاکیزہ معاشرت ہے جس کے خلاف شہوات کے پجاریوں نے اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔ حجاب کے خلاف ان کا غم وغصہ بھی اسی لئے ہے کہ یہ انسان نما جانور اسلام کے طرزِ معاشرت کو اپنی 'مطلق آزادی' کے لئے ایک حقیقی خطرہ سمجھتے ہیں......اور ٹھیک ہی سمجھتے ہیں!

اب بھی مہلت باقی ہے!

سطورِ بالا میں اس قوم کے سامنے پیش کی جانے والی دونوں دعوتوں کے بعض نمایاں پہلوؤں کا موازنہ کیا گیا ہے جو ہمارا مدعا واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایک طرف وہ دعوت ہے جس کو سمیٹتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ: ﴿اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ﴾ یعنی ﴿یہ سب تو نارِ جہنّم کی طرف دعوت دیتے ہیں﴾ اور دوسری طرف وہ دعوت جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: ﴿وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَ الْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ﴾ (ترجمہ:) ﴿اور اللہ تو اپنی مہربانی سے جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے﴾۔ اب یہ فیصلہ اس خطے کے باسیوں نے کرنا ہے کہ وہ اپنی قومی زندگی کے اس نازک موڑ پر شیطان کی دعوت قبول کرتے ہیں یا رحمان کی دعوت؟ اہلِ ہواء کی دعوت یا اہلُ اللہ کی دعوت؟ امریکی غلامی تلے چلنے والے کفریہ نظام کی دعوت یا رب کی غلامی تلے چلنے والے شرعی نظام کی دعوت؟ آج، جبکہ ایک ہلاکت خیز سیلاب پورے ملک کو تہہ وبالا کئے دے رہا ہے......اس خطے میں بسنے والے کسی صاحبِ ایمان کے لئے یہ

فیصلہ زیادہ مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اسے ''شریعت'' اور بس ''شریعت'' چاہیے......رب کی رحمت اور اس کی مغفرت چاہیے......آگ سے نجات اور جنت چاہیے! یقیناً وقت آ گیا ہے کہ دل پگھلیں، آنسو بہہ پڑیں اور رب کے سامنے سجدے میں جا گرا جائے! وقت آ گیا ہے کہ یہ قوم امریکہ اور اس کی غلام سیاسی جماعتوں، فوجی جرنیلوں اور سیاہ پوش ججوں سے امیدیں توڑ کر ایک اللہ سے ہی سب امیدیں وابستہ کر لے! یہ توبہ واستغفار کا وقت ہے! انفرادی واجتماعی زندگی کا از سرِ نو جائزہ لینے اور رب کی عظیم الشان طاقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مستقبل کی راہ چننے کا وقت ہے! اب بھی مہلت باقی ہے کہ درست فیصلہ کر لیا جائے، اس سے پہلے کہ زلزلے اور سیلاب کے بعد کوئی اور عذاب بھی ہم پر مسلط کر دیا جائے، ونعوذ باللہ من ذلک! اللہ ہمیں اور ہماری قوم کو درست فیصلہ کرنے کی توفیق دے، آمین!

مطلوبہ اقدامات

آج محض زبانی توبہ ہی مطلوب نہیں، بلکہ تلافیٔ مافات کے لئے اٹھنا ہوگا اور نفاذِ شریعت و اقامتِ خلافت کی جدوجہد میں مجاہدین کا ساتھ دینا ہوگا۔ آج اس معاشرے کے ہر مخلص مسلمان سے مطلوب ہے کہ وہ:

۱۔ اپنی ذات پر شریعت نافذ کرے۔ جو مسلمان بھی شرکیات و بدعات سے بچے، جماعت سے پنجگانہ نمازوں کا اہتمام کرے، فرائض کا پابند اور محرمات سے مجتنب رہے اور اپنے چہرے کو داڑھی کے نور سے معمور اور سر کو سیاہ عمامے کی سنت سے مزین کرے، وہ کفر کے حلق کا کانٹا اور جہاد کی مبارک تحریک کا جزو ہے۔

۲۔ اپنے گھر اور خاندان میں شریعت نافذ کرے۔ جو گھر بھی حلال کمائی پر سختی سے قائم رہے، زکوۃ پابندی سے ادا کرے، پردے کا مکمل اہتمام کرے، وراثت میں خواتین کو ان کا حصّہ دے، 'ٹی وی' کو باہر نکال پھینکے، تلاوتِ قرآن سے آباد ہو اور بزرگوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، سبھی کے حقوق ادا کرے......وہ گھر بھی کفر کی یلغار کے خلاف ہمارا ایک مستحکم مورچہ ہے۔

۳۔ محلے کی مسجد کو آباد کرے۔ مسجد اسلامی معاشرے کا مرکز ہے۔ اس مرکز کی مرکزی حیثیت بحال کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ پس محلے کے ہر ہر فرد کو پیار محبت سے مسجد میں لانے کی سعی کرنا، ائمہء مساجد کا وقار بحال کرنا، محلے کے اہلِ رائے افراد کا مسجد میں بیٹھ کر پورے محلے کو پابندِ شرع بنانے کے

وسائل سوچنا، محلے کے مرد و خواتین کی دینی تربیت کے ذرائع پر غور کرنا، محلے میں موجود منکرات کے خاتمے کی راہ نکالنا اور ہر وہ قدم اٹھانا جس سے مسجد مضبوط ہو، ائمہ ءمساجد کو قوت ملے اور پورا محلّہ مسجد کے گرد اکٹھا ہو...... لازم ہے۔

۴۔ عدالتوں کا حتی الامکان بائیکاٹ کرے، اور اپنے فیصلے اور باہمی تنازعات قریب ترین دارالافتاء میں لے کر جائے۔ پھر مفتیانِ کرام کو شریعت کے موافق فیصلہ کرنے کا پورا اختیار بھی دے۔ یہ ایک قدم بھی اگر ایک عوامی تحریک کی شکل اختیار کر لے تو ان شاء اللہ یہ نفاذِ شریعت اور اقامتِ خلافت کی سمت ایک اہم پیش رفت ہوں گی۔ نیز یہ قدم اس معاشرے کو موجودہ سیاسی قیادت کی بجائے علمائے کرام کے گرد جمع کرنے اور ایک اجتماعی جدوجہد کے لئے منظّم کرنے کا ذریعہ بھی بنے گا اور انہیں اس باطل نظام سے ٹکر لینے کی قوت بھی بخشے گا۔ یاد رکھیئے! جب تک ہم لوگ ۱۸ کروڑ 'افراد' کے طور پر منتشر رہیں گے، ہم اس نظام کو گرانے کے قابل نہیں ہو سکیں گے۔ جہاد کے لئے اجتماعی قوت درکار ہوتی ہے، جو تبھی میسر ہو سکے گی جب ہم علماء کو مضبوط کریں، ان کی حفاظت و پشت پناہی کریں اور ان کی قیادت تلے منظّم ہو جائیں۔

۵۔ ہر قسم کے سودی لین دین سے ہاتھ کھینچے اور نام نہاد اسلامی بینکوں سمیت ہر قسم کے بینکوں سے تعامل ختم کرے۔ یقیناً اس سارے عمل میں کچھ دشواریاں بھی پیش آئیں گی، لیکن جو شخص یہ ایمان رکھتا ہو کہ سود خور کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ؐ نے اعلانِ جنگ کر رکھا ہے، وہ کبھی بھی عارضی مصلحتوں کے لئے سودی لین دین پر تیار نہ ہوگا۔ پھر جب ایک بار معاشرے کے صالح عناصر یہ فیصلہ کر لیں کہ انہوں نے موجودہ سودی سرمایہ دارانہ نظام سے کسی قسم کا کوئی تعلّق نہیں رکھنا، تو وہ خود بخود خالص شرعی حل کے تلاش کی سنجیدہ کوششیں بھی شروع کر دیں گے۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی جگہ شرعی اقتصادی نظام کے قابلِ عمل نمونے سامنے لانا محض مجاہدین ہی کی ذمہ داری نہیں۔ مجاہدین تو اس بے سروسامانی کے ساتھ محض دفاعِ امت کا عسکری محاذ بھی سنبھال لیں تو بہت ہے۔ اس کام کے لئے تو معاشرے میں موجود علمائے راسخین اور صالح معاشی ماہرین کو سامنے آنا پڑے گا۔ پھر ان کے پیش کردہ شرعی حل کو نافذ کرنے کے لئے درکار عملی قوت ان شاء اللہ مجاہدین فراہم کریں گے۔ (یہی معاملہ تعلیم اور دیگر شعبوں کے لئے بھی ہے کہ ان کے اسلامی حل پیش کرنے کے لئے معاشرے کے تمام دیندار طبقات کو اپنا حصّہ ڈالنا ہوگا۔ مجاہدین ۴۲ ملکوں سے جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سارے محاذ تنہا نہیں

سنبھال سکتے ، اِلا اُن یشاء اللہ غیر ذلک)

۶۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرعی فریضے کو پہچانے اوراس فرض کی ادائیگی کے لئے مقدور بھر تیاری بھی کرے اور مناسب تدابیر بھی اختیار کرے۔ کفریہ نظام تلے ایک طویل عرصہ گزارنے کے سبب آج ہمارے معاشرے سے منکرات کی نفرت اٹھتی چلی جارہی ہے اور ہم میں سے بیشتر نے خود کو اسی گندے ماحول میں رہنے کا عادی بنالیا ہے۔آج اس بے حسی کو توڑنے ، مداہنت سے باز آنے ،احکاماتِ الٰہی کی پامالی پر تڑپ اٹھنے اور منکرات سے جاٹکرانے کی ضرورت ہے۔نیز اس فریضے کی ادائیگی کے لئے دوسروں کو بھی تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اجتماعی قوت میسر آسکے جس کے بل پر بزور بھی منکرات مٹائی جاسکیں۔خوب سمجھ لیجئے! منکرات کے اس طوفان میں وہی شخص اپنا ایمان بچا سکے گا جو دفاع سے آگے بڑھ کر جارحانہ روش اختیار کرے اور یہ عزم کرلے کہ اس نے اپنے گھر،اپنے محلے،اپنے بازار اور اپنے شہر میں موجود کسی منکر سے چشم پوشی نہیں برتنی ، بلکہ اس کو مٹانے کے لئے جو تدبیر بھی مناسب ہو وہ ضرور اختیار کرنی ہے۔دینی تنظیمات اور مجاہدین کے مجموعات کو بھی اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اجتماعی قوت بروئے کار لاتے ہوئے کس طرح اپنے اردگرد پھیلی منکرات کو مٹانے کا فریضہ ادا کرسکتے ہیں۔کئی مرتبہ کسی وسیع تر جدوجہد میں مصروفیت اس نہایت اہم دینی فریضے سے غفلت کا باعث بن جاتی ہے۔

۷۔جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہو۔اس معاشرے کا جو فرد بھی میدانِ جہاد میں پہنچنے کی قدرت رکھتا ہے اور کوئی شرعی عذر اس کے رستے میں حائل نہیں،اس سے سب سے اہم مطلوبہ قدم یہی ہے کہ وہ بنفسِ نفیس میدان میں پہنچے۔اس وقت کسی دوسرے فرض کی ادائیگی جہاد وقتال میں عملی شرکت کا متبادل نہیں ہو سکتی۔پھر جو شخص اس کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ اپنے اموال سے جہاد کی نصرت کرے،اپنے اہل وعیال کو جہاد کے لئے تیار کرے، جہاد کی دعوت عام کرے،امریکی تسلط کے سامنے سر جھکانے سے اعلانیہ انکار کرے، امریکی غلاموں سے برأت کا اظہار کرے، مجاہدین کو پناہ گاہیں فراہم کرے، انہیں دشمن کی خبریں،کارآمد معلومات اور مفید مشورے دے......اور ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعا کرے۔غرض قافلۂ جہاد میں شمولیت کی کوئی نہ کوئی راہ ضرور ڈھونڈے۔

”اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟“

اگر ساٹھ سال شیطان کی اطاعت اور ربِ کریم کی نافرمانی کے بعد بھی ہم سچّی توبہ کرلیں اور شریعت کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں نافذ کرنے کا سنجیدگی سے آغاز کردیں......تو رب تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وہ تو ہمیں مخاطب کر کے دلوں میں اترتا یہ لطیف سا سوال ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ:

﴿مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ۝﴾
(النسآء:۱۴۷)

”اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم (اس کا) شکرادا کرو اور (اس پر) ایمان لے آؤ۔ اور اللہ تو بڑا قدر شناس اور جاننے والا ہے“۔

اللہ ہمیں شکر گزاری کی روش اختیار کرنے اور ”شریعت یا شہادت“ کو اپنا نصب العین بنانے کی توفیق دے، آمین!

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین!

بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے ؟

ساٹھ سال سے زائد عرصہ اس خطے میں شیطان کی دعوت غالب رہی۔ شیطانی دعوت کو ریاستی قوت کے بل پر نافذ کیا گیا۔ دین مغلوب ہوا اور احکامِ شرع پامال۔ جتنا زیادہ یہ دعوت پھیلی اتنے ہی اس کے زہریلے اثرات بھی عام ہوتے گئے اور زمین کی برکتیں اٹھتی چلی گئیں۔ آخرت بھی ہاتھ سے گئی اور دنیا بھی تاریک ہو گئی۔ بھوک و افلاس، خوف و بے امنی، غلامی و پستی اس قوم کا مقدر رہی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ مجاہد بندوں کو توفیق دی کہ وہ اس شیطانی دعوت کے بالمقابل الٰہی دعوت کا علم بلند کریں، اسلام کا جھنڈا تھامیں اور شریعت کے نفاذ کا عزم لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس دعوت کی بنیادوں میں لال مسجد کے مجاہد علماء و طلباء اور جامعہ حفصہؓ کی مجاہدہ بہنوں کا پاکیزہ خون گرا۔ پھر وزیرستان تا سوات اسی لہو کی خوشبو سے مہک اٹھے اور مزید سینکڑوں نوجوانوں نے نفاذِ دین کی خاطر جانیں پیش کیں...... اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

تین سال سے جاری اس کشمکش نے اس خطے کے باسیوں کو ایک نازک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لاتعلقی، غیر جانبداری، تماش بینی، سکوت و خاموشی، تردد و تذبذب اور مزید انتظار کے لئے اب کوئی گنجائش باقی نہیں بچی۔ وہ جنگ جو کل وزیرستان تک محدود تھی...... پہلے قبائلی پٹی سے سوات تک پھیلی...... اور اب لاہور، کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد...... بلکہ بمبئی اور پونا تک اس جنگ کی لپیٹ میں ہیں۔ پاکستان ہی نہیں، پورے جنوبی ایشیا کا مستقبل اس جنگ کے ساتھ نتھی ہے۔ اب ہر فرد کو انفرادی طور پر اور اس قوم کو اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس نے کس کا ساتھ دینا ہے؟ کونسی دعوت پر لبیک کہنا ہے؟ دونوں میں سے کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟